اے حمید کے ناول "چمپاکلی" میں اساطیری عناصر

روبینہ رشید [1]، ڈاکٹرسفیان صفی **

Abstract:

"A Hameed is a Romantic figure in Urdu literature. He is a prolific writer and embellished the necklace of his Pedantic efforts with romantic society, espionage, Scientific fiction, Hindi Davis and children's short didactic stories he wrote many ancient mythological stories including 'Champa kali' which is based on ancient mythology. According to A Hameed there was a city of naga poram, situated in between Harappa and Monjodaro. The city was famous for obnoxious delinquencies and devastating customs and usages. One day a demolishing strom erupted in the city and has been erased from the map of the world. This research article reflects the Ancient mythological elements of the novel."

اے حمید نے اردو ادب کو اپنی معروف ناول نگاری سے ثروت مند بنایا۔ انہوں نے کئی ایک موضوعات پر درجنوں ناول لکھ کر اپنی منفردصلاحیتوں کا ثبوت دیا۔ان موضوعات میں رومانوی، معاشرتی، جاسوسی، ہندی اساطیری اور بچوں کے لیےلکھے گئے ناول شامل ہیں۔اساطیری ناولوں کے حوالے سے اے حمید کے ہاں حیران کُن حد تک موضوعاتی تنوع ملتا ہے۔ "چمپاکلی"بھی اس موضوع پر لکھا گیا ناول ہے۔ یہ ناول ہزاروں سال پہلے کی اساطیری روایات کا احاطہ کرتا ہے۔ لیکن ضروری ہے کہ ہم پہلے دیکھیں کہ اساطیر ہے کیا؟ اور اس حوالے سے مختلف روایات کیا کہتی ہیں ؟

قومی انگریزی اردو لغت میں اسا طیر یا اساطیری کہانیوں کے متعلق یوں بیان کیاگیاہے :

> "دیوتاوں کی کہانی کی ایسی روایت یا کہانی جس میں دیوتاوں یا دیگر رومانی ہستیوں، ان کی اپنی اصل، ابتدائی تاریخ اور ان سے منسوب شہ زوروں یا دنیا کی اصل کے بارے میں عقائد شامل ہوں۔عام معنوں میں کوئی بھی من گھڑت کہانی، خرافات، ایسی چیز یا فرد جس کا حقیقت میں کوئی وجود نہ ہو، خیالی قصہ، افسانہ۔"(1)

اسی طرح قاضی عابد بھی اساطیر کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں:

> "(اساطیر) قصہ کہانی ہے۔۔جادو اور اسرار کی حامل ہوتی ہے۔اپنے زمانے کی فکر (فلسفہ) کا اظہار یہ ہوتی ہے۔۔دیوی دیوتاوں کی زندگی اور ان کی لافانیت کو ظاہر کرتی ہیں۔۔مافوق الفطرت اشیا اور جگہوں کو بیان کرتی ہیں۔۔مافوق انسان ہستیوں کے اعمال و افعال کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔۔حقیقت کے برعکس ہوتی ہیں۔۔انسانی تخیل کی پیداوار ہوتی ہیں۔۔انسانوں کوالوہی دیوتاوں کا درجہ دیتی ہیں۔۔ تمثیل کے انداز میں مذہبی روح کو بیان کرتی ہیں۔۔دیوتاوں کے انسانوں کے ساتھ روابط کو بیان کرتی ہیں۔۔موت کے خوف سے جنم لیتی ہیں۔۔انسانی تحیر کی پیداوار ہیں۔۔خرافات ہیں۔۔انسانی وہم اور جھوٹ پر مبنی قصے ہیں۔۔یہ اپنے دور کی سائنس ہوتی ہیں۔۔ کسی معاشرت ہیں کشف و کرامات کی حامل شخصیات کے غیر معمولی واقعات کو سامنے لاتی ہیں۔۔کائنات میں انسان کے مقام سے بحث کرتی ہیں۔۔فطرت سے انسان کے قدیم ترین تعلق کو ظاہر کرتی ہیں۔۔کائنات، انسان اور خدا کے تعلق کو بیان کرتی ہیں۔"(2)

سر جان مارشل نے 1924ء میں موہنجودوڑو اور ہڑپہ کے کھنڈرات دریافت کیے تو پتہ چلا کہ ہندوستان میں آریوں کے آمد سے پہلے یہ دونوں شہر آباد تھے۔ان کی تہذیب و تمدن اپنے عروج پر تھی۔انہی دونوں شہروں کے درمیان ایک شہرناگا پورم کےنام سے بھی آباد تھا۔ اور اسی ناگاپورم

---

[1] پی ایچ ڈی سکالر، شعبۂ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

کی یاد میں اے حمید نے یہ ناول لکھا کیونکہ اس شہر کے بارے میں بہت پراسرار سی باتیں مشہور تھیں۔ ایک رات یہ شہرکسی ناگہانی آفت کی وجہ سے زمین میں دھنس گیااور پورے شہر کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہا۔ یہ اسی تاریخی شہر کی کہانی ہے۔اس بارے میں اے حمیدلکھتے ہیں :

" امریکہ میں اپنے قیام کے دوران انگریزی کا ایک رسالہ میری نظر سےگزرا جس میں سندھ کی قدیم وادی پر ایک مضمون چھپا تھا۔ اس میں فاضل مضمون نگار نے لکھا تھا کہ دریائے سندھ کی وادی کے دو قدیم شہروں موہنجودوڑو اور ہڑپہ کے درمیان اس زمانے میں ایک شہر آباد تھا۔ اس شہر کے ساتھ موہنجودوڑو اور ہڑپہ دونوں دونوں شہروں کے تجارتی روابط تھے جس کے باعث یہاں کے لوگ بے حد خوشحال تھے۔ پھر اچانک اس شہر پہ نہ جانے کون سی آفت ٹوٹی کہ کہا جاتا ہے یہ شہر راتوں رات زمین کے اندر دھنس گیا اور اس کا نام و نشان تک نہ رہا۔ مضمون نگار اس شہر کی تجسس و جستجو کے واسطے سندھ بھی آیا اور یہاں اس نے دونوں قدیم شہروں کے کھنڈرات اور ان کے درمیانی علاقے کی کافی مدت تک خاک چھانی۔"(3)

یوں مصنف کی متجسس طبیعت نے انھیں مجبور کیا کہ وہ بھی واپس لاہور آکر موہنجودوڑو اور ہڑپہ کے درمیانی شہر ناگا پورم کے بارے میں تحقیق کریں اور پتہ لگائیں کہ اس شہر کی کوئی حقیقت بھی تھی یا یہ صرف من گھڑت کہانی ہے۔ اسی تجسس کے مارے انہوں نے ایک ناول لکھا جس کا نام "چمپا کلی" ہے۔جس طرح اس شہر کی موجودگییک کہانی لگتی ہےاسی طرح اس شہر کا ایک دم غائب ہو جانا اور"ناگاپورم" کی حقیقت یا موجودگی کے آثار ڈھونڈنا ہی ایک اساطیری عمل ہے۔داستانیں اور اساطیری کہانیاں انسانی تخیل کی پیداوار ہوتی ہیں اور اس تخیل کا معاشرے سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ اے حمید نے معاشرت کے ساتھ اپنے تخیل کو ملا کر کہانی میں ایک بنت اور حسن توازن پیدا کیا اور اپنے تخیل کے مطابق قاری کو وہ اس دنیا میں لے گئے۔اس شہر کے بارے میں لکھتے ہیں :

"ان دونوں شہروں کے درمیان ایک اور شہر بھی اس زمانے میں آباد تھا جس کا نام ویدوں اور ہندوستان کی قدیم کتابوں میں ناگا پورم بتایا گیا ہے۔ اتنے بڑے اور مہذب اور اخلاقی اعتبار سے بلند مرتبہ رکھنے والے شہروں ہڑپہ اور موہنجودڑو کے درمیان آباد ہونے کی وجہ سے قدرتی طور پر ناگا پورم شہر کو بھی تہذیب اور عدل و انصاف کا گہوارا ہونا چاہئے تھا لیکن ایسی بات نہیں تھی۔ بلکہ بات اس کے برعکس تھی۔ ناگا پورم شہر گناہ اور بے حیائی، ظلم و نا انصافی اور بدکاریوں کی دلدل میں ڈوبا ہوا شہر تھا۔زنا کاری، جھوٹ،فریب دہی، جعل سازی، چوری، قتل و غارت گری، توہمات اور بدکاریاں عام تھیں۔چند ایک نیک انسانوں کو چھوڑ کر شہر کی اکثریت ان برائیوں میں پھنس چکی تھی۔ لوگ کم تولتے تھے، جھوٹی قسمیں کھاتے تھے، چیزوں میں ملاوٹ کرتے تھے، نقلی کو اصلی کہ کر بیچتے تھے، رشوت ستانی کرتے تھے،دیوتاوں کے معبد گناہ کے مندر بن چکے تھے۔ جہاں دن رات عیاشیوں کے دوران گناہوں کی پرورش ہوتی تھی۔"(4)

اساطیری کہانیاں انسانی تخیل کی پیداوار ہیں اور یہ تخیل اساطیر ی کہانی کی صورت میں پیش ہوتا ہے اور تخیل کے بغیر اس کے اندر بنت کا وہ حسن اور توازن پیدا نہیں ہو سکتا جو اساطیری کہانی میں نظر آتا ہے۔ "چمپاکلی" میں بھی مافوق الفطرت کردار،ماورائی صورتحال اور واقعات سب کچھ تخیل ہی کے کارنامے ہیں۔اے حمید کے بقول انہیں لگا جیسے وہ خواب سے جاگے ہوں۔ یوں چمپا کلی ان کے ساتھ ساتھ ان کے تخیل میں سفر کرتی رہی۔ ناول کے آخر میں وہ لکھتے ہیں :

"چمپا کلی کی دور سے آتی آواز خاموش ہو گئی۔ سرد آہوں جیسی آواز کی بازگشت بھی ماضی کے دور دراز شکستہ گنبدوں میں جا کر گم ہو گئی۔۔۔نہ اس کے ریشمی لباس کی سرسراہٹ تھی نہ اس کے پیروں کی پائل کی جھنکار باقی تھی۔-- چمپا کلی کی آواز کے خاموش ہوتے ہی کاغذ پر لکھی ہوئی تحریر بھی غائب ہو گئی تھی۔ اس کی خوشبو ابھی تک آ رہی تھی۔-- میں اٹھ کر باغیچے میں آ گیا۔شبنمی گھاس نے میرے پاوں بھگو دئیے۔زرد چاندنی میں چمپا کلی کی بیل کے پھول اُداس تھے۔ میں نے ان پھولوں کو کبھی اداس نہیں دیکھا تھا۔ کیا ان پھولوں کو بھی چمپا کلی سے جدا ہونے کا غم تھا ؟ میں نے پہلی بار چمپا کلی کا نام لے کر

اُسے پکارا۔جواب میں خاموشی، ایک لمبی خاموشی تھی۔۔میں کمرے میں آ گیا۔ میں نے ٹیبل لیمپ بجھا دیا۔۔چمپا کلی کی خوشبو مجھ سے آہستہ آہستہ جدا ہو رہی تھی۔اور پھر یہ خوشبو بھی غائب ہو گئی۔۔پانچ ہزار سالوں کی قدیم تاریخ کے گمنام دُھندلکوں میں گم ہو گئی۔۔ ایک اداسی، ایک گہرا سکوت چھا گیا۔۔ کیا یہ خواب میں دیکھی ہوئی حقیقت تھی یا حقیقت میں دیکھا ہوا کوئی خواب تھا۔۔؟۔"(5)

"ناگا پورم" کی تہذیبی خطوں کی ثقافت کا رحجان موجود ہے۔گناہوں کے اس شہر میں ہر سال ناگ دیوتا کی قربانی کی رسم کی جاتی تھی جس میں اس علاقے کی خوبصورت اورکنواری لڑکی کو ناگ دیوتا پر قربان کیا جاتا تھا۔ قربانی سے پہلے باقاعدہ جشن منایا جاتا۔اس میں شاہی رقاصہ رقص کرتی۔تخت پر راجہ اور راج گورو بیٹھ جاتے اور سارے جشن اور رقص کی محفل سے لطف اندوز ہوتے۔اگر کسی بھی وجہ سے جس سال قربانی نہ کی جائےاس سال ان کے خیال کے مطابق سارے شہر کی تباہی کا سال ہوتا ہے۔قربانی کی رسم یوں ہوتی:

"اس سال جس لڑکی کی باری ہوتی تو اسے لایا جاتا اور زبردستی قربان گاہ کے سنگ مر مر کے چبوترے پر لٹا دیا جاتا دیوتاوں اور راجہ کے رُعب اور خوف کے مارے اس لڑکی کی زبان گنگ ہو گئی ہوتی تھی۔ اس کے بعد قربانی کی آخری رسومات پوری کرنے کے لئے ناگ مندر کی شاہی رقاصہ ڈھول تاشوں اور شہنائیوں کی گونج میں نمودار ہوتی۔۔۔بدقسمت لڑکی کے دونوں پاوں اور دونوں ہاتھ چبوترے کے کونوں پر لگے ہوئے لوہے کے کنڈوں کے ساتھ رسیوں سے بندھے ہوتے تھے۔بے چاری بد نصیب لڑکی ہاتھ پیر بالکل نہیں ہلا سکتی تھی۔جب شاہی رقاصہ کا رقص اپنے عروج پر پہنچ جاتا تو قربانی کی آخری ضروری رسم ادا کی جاتی اور اس کے بعد بدنصیب کنواری لڑکی جو عام طور پر شہر کے کسی غریب گھرانے کی ہوتی تھی۔ناگ دیوتا پر قربان کر دیا جاتا۔یہ مکرو رسم اس وقت سے جاری تھی جب سے ناگا پورم شہر میں گناہوں نے اپنا ڈیرا جمایا تھا اور جن کی وجہ سے موہنجودوڑو اور ہڑپہ جیسے تہذیب یافتہ شہروں نے ناگا پورم کے شہر اور اس کے لوگوں سے ہمیشہ کے لئے قطع تعلق کر لیا تھا۔"(6)

دنیا کے قدیم اساطیر عقائد، توہمات اور تہذیبی تفاخر کی کہانی سناتی آئی ہیں تو داستانوں کے قدیم جدید سلسلوں میں بھی یہ تینوں عناصر ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ قدیم اسا طیر میں آریاوں اور یہودیوں کا تفاخر تاریخ میں جس طرح کی تبدیلی کا محرک بنتا ہے وہ سامنے کی بات ہے۔آریاوں نے کئی تہذیبی منطقوں کو قبرستان میں تبدیل کر دیا۔ اسلامی داستانیں اور اساطیر بھی اس تہذیبی تفاخر کی دوڑ میں پیچھے نہیں۔ اے حمید نے جہاں "چمپا کلی" میں موہنجودوڑو اور ہڑپہ کی تاریخ بتائی وہاں ناگاپورم شہر کی بھی تاریخ کے ساتھ ساتھ ان کے رسم و رواج اور تہذیب اور ان کے عقائد توہمات سب تفصیل کے ساتھ بیان کیے۔ان توہمات اور عقائد میں چاہے وہ خوبصورت سے خوبصورت لڑکی کو اپنے کو اپنے عقیدے کے مطابق ناگ دیوتا کی قربانی کی بینٹ ہی کیوں نہ چڑھایا جاتا۔لڑکی کا حسن و جمال اور کنوارا ہونا ناگ دیوتا کی قربانی کا معیار ہے۔اس علاقے کی لڑکیوں کے ذہین میں بچپن ہی سے عقیدے کی طرح یہ بات بٹھا دی جاتی کہ وہ خوش نصیب لڑکی ہوتی ہے جسے ناگ دیوتا کی قربانی کے لیے چنا جاتا ہے۔ایک مثال ملاحظہ ہو:

"بے چاری لڑکی کے ذہین میں بچپن ہی سے یہ عقیدہ ڈال دیا گیا تھا کہ ناگ دیوتا سب سے بڑا دیوتا ہے اور ناگ مندر کا پروہت ناگ دیوتا کا اوتار ہوتا ہے اور پروہت کا حکم نہ ماننا ناگ دیوتا کی حکم عدولی کے برابر ہوتا ہے۔اور اگر کوئی شخص ناگ دیوتا کی حکم عدولی کا مرتکب ہوتا ہے تو مرنے کے بعد اُس کا اگلا جنم چھپکلی کا ہو گا اور یہ جنم جنم کا سلسلہ چوراسی لاکھ سالوں تک جاری رہے گا۔ہندوں کے قدیم ویدوں میں ہر جنم کی مدت چوراسی لاکھ سال بتائی گئی ہے۔ویدوں نے لکھا ہے کہ اگر کوئی منش(انسان) دیوتاوں کی حکم عدولی کرتا ہے تو اس کا جنم حشرات الارض کے کیڑوں مکوڑوں میں ہوتا ہے۔۔۔چوراسی لاکھ سال کے بعد جا کر پھر سے اس شخص کو انسان کا جنم میسر آتا ہے۔"(7)

اساطیری عناصر رکھنے والی اس کہانی میں مافوق الفطرت کردار پائے جاتے ہیں اوریہ مافوق الفطرت کردار ہی اس کہانی کے مرکزی کردار ہیں جو ناگ پال اور چمپا کلی ہیں۔چمپا کلی جسے ناگ پال سے محبت میں بےوفائی کرنے کے جرم میں ایک ناگن بنایا گیا اور ناگ پال نے اس

سے ملنے کی غرض سے خوشی سے یہ سزا قبول کی۔ کیونکہ دوسری صورت میں وہ ہمیشہ کے لیے چمپا کلی سے جدا ہو جاتا۔ اس سزا کی صورت میں مہینے میں ایک دفعہ چاند کی چودہ تاریخ کو وہ کچھ دیر کے لیےاپنی اصلی انسانی شکل میں آ کر ایک دوسرے سے مل بھی لیتے اور صبح کی ہلکی روشنی سے پہلے تک اپنی باتیں کر لیتے تھے۔دونوں کچھ غلطیوں کی صورت میں وہ یہ سزا بھگت رہے تھے۔ناول سے اقتباس ملاحظہ ہو:

"ناگ پال! چمپا کلی ! میں ناگ دیوتا ہوں اور یہ تمھارا دوسرا جنم ہے۔تمھاری سچی محبت نے تمھیں دوسرے جنم میں دوبارہ ایک دوسرے سے ملا دیا ہے۔تم دونوں نے زندگی میں جو تھوڑے بہت پاپ کئے ہیں ان کی وجہ سے تمھارا دوسرا جنم سانپ کے روپ میں ہوا ہے۔ اگر تم یہ گناہ نہ کرتے تو تمھیں دیوی دیوتاؤں کا استھان ملتا اور تم جنم جنم کے کے چکر سے آزاد ہو جاتے۔ ایسا نہ ہو سکا۔ تم موہ مایا اور حرص و ہوس کے بوجھ میں بھی پھنسے رہے۔ اس کا حساب چکانے کے لیے تمھیں ایک جنم کا چکر سانپ کے روپ میں پورا کرنا پڑے گا اور تمھارے جنم کا یہ چکر ایک لاکھ سال کا بھی ہو سکتا ہے اور دس لاکھ سالوں کا بھی ہو سکتا ہے۔"(8)

ناول میں اساطیری عوامل کے ایک عنصر تبدیلی قالب یا تبدیلی شکل بھی ہے۔ چمپا کلی اور ناگ پال کا سزا کے طور ایک خوبصورت عورت اور مرد سے ناگن اور ناگ کی صورت میں جانااور انھیں پھر ہر ماہ کی چاند کی چودہ تاریخ کو اپنی اصلی شکل میں آ کر ملنا وہ عوامل ہیں جو کہانی میں دلچسپی پیدا کرتے ہیں۔ ناگ اور ناگن کا مکالمہ یوں بیان کیاگیاہے:

"اُس وقت سانپوں کا جوڑا ستون کے سامنے چبوتروں پر ایک دوسرے کے سامنے لگے آہستہ آہستہ جھوم رہا تھا۔جھومتے جھومتے ایک سانپ جو ناگن لگتی تھی ناگ سے الگ ہو گئی اس نے اپنا پھن اُونچا اور اُونچا کر دیا۔ اور جیسے ایک بجلی سی چمکی اور دوسرے لمحے ناگن کی جگہ نہایت حسین نوجوان عورت ناگ کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کا لباس شاہانہ ٹھاٹھ کا تھا۔ جسم کی رنگت نسواری تھی، آنکھیں نیلی تھیں اور ہیروں کی طرح چمک رہی تھیں۔۔۔اس نے دلکش مسکراہٹ کے ساتھ اپنے سامنے کنڈلی مار کر بیٹھے سانپ کی طرف دیکھا اور کہا! میرے ناگ پال !آج پونم کی رات ہے۔ ہمارے ملاپ کی رات ہے۔ مجھے اپنا خوبصورت چہرہ دکھاو۔ مجھ سےپیار محبت کی باتیں کرو۔"(9)

اے حمید نے اپنے تمام ناولوں کی طرح اس ناول میں بھی خیر و شر کا عنصر شامل کر کےخیر کی اہمیت بتا کر اسے شر پر ترجیح دی کہ یہی قانون فطرت ہے۔ "ناگا پورم" گناہ اور فسق و فجور میں ڈوبا ہوا شہر تھا،تباہ و برباد ہو گیا جہاں ہرقسم کے گناہ کیے جاتے اور ان پر فخر کیا جاتا۔ ملاحظہ ہو:

"ایک شور قیامت تھا۔ جیسے ہزاروں لاکھوں آتش فشاں پہاڑوں کے دہانے ایک ساتھ پھٹ پڑے ہوں۔۔۔اور گناہ کی بستی فسق و فجور میں ڈوبا ہوا شہر ناگا پورم پورے کا پورا اپنے کھنڈرات اور کروڑوں ٹن ملبے کو لئے ایک دم زمین کے اندر ہزاروں فٹ کی گہرائیوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن ہو گیا۔ معدوم ہو گیا۔ جہاں پہلے ایک شہر آباد تھا وہاں اب سات میل کی گولائی میں پھیلا ہوا ایک تاریک گڑھا عبرت کا نشان بن کر رہ گیا تھا۔۔۔لیکن قدرت کے قہر نے اس نشانِ عبرت کو بھی صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ آس پاس کے ریت کے ٹیلوں کی ریت اور رہی سہی پہاڑیوں کے بڑے بڑے پتھر لڑھک لڑھک کر، پھسل پھسل کر اس گڑھے میں گرنے اور اسے بھرنے لگے۔ یہاں تک کے ظلم کا، گناہ کا ایک شہر تھا وہاں ایک گہرا گڑھا بنا اور پھر وہاں ریت ملبے کا ایک ٹیلہ بن گیا۔۔۔"(10)

قدیم اساطیر ی داستانوں میں زمان و مکان کے تصور کی مماثلت بھی بہت گہری ہوتی ہے۔اگرچہ ان کا تعلق بظاہر ماضی سے نظر آتا ہے۔ایک ایسا ماضی جو کوئی معین آغاز اور انجام نہیں رکھتا۔اے حمید نے موہنجودورو، ہڑپہ اور ناگاپورم کا زمانہ بتایا تو ان کی تہذیب ان کے دور کے رسم و رواج اس زمانے کے حال احوال، لوگوں کی طرز زندگی، شہروں کا جغرافیہ سب کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔جیسے کہ وہ اس ناول کے دیباچے میں بیان کرتے ہیں:

" ہڑپہ اس زمانے کے پنجاب میں اور موہنجودوڑو سندھ میں تھا۔ لیکن کھدائی کے دوران برآمد ہونے والے مٹی کے برتنوں میں چند ایک اوزاروں اور لوہے کے زیوروں سے پتہ چلا

کہ یہ ایک ہی دراوڑی نسل کے لوگ تھے۔اور ان کا رہن سہن ایک جیسا تھا۔ ان دونوں شہروں کے آپس میں تجارتی روابط تھے۔ ان لوگوں کے مکانوں کے کھنڈر دیکھ کر مئورخ اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ بڑے تہذیب یافتہ اور خوشحال لوگ تھے۔ گلیوں کے فرش پختہ تھے، دونوں جانب پانی کے نکاس کے لئے نالیاں بنی ہوئی تھیں۔ ہر گھرمیں نہانے کے لئے حمام بنے ہوئے تھے۔اور غلہ جمع کرنےکے بڑے بڑے سٹوروں کے کھنڈر بھی دریافت ہوئے ہیں۔"(11)

مجموعی طورپرکہاجاسکتاہے کہ "چمپاکلی"اساطیری عوامل کے حوالے سے اردوادب میں ایک اہم اضافہ ہے۔وجہ یہ ہے کہ مصنف نے تخیل کی بنیادپرایک ایساشہرآبادکیاجوہزاروں سال پہلے اس خطہ زمین پرموجودتھا۔تخیل کی فراوانی اوراساطیری عناصرکی موجودگی نے جہاں اس کی اہمیت کودوبالاکیاہے وہاں قدیم تہذیب وتمدن کے ان گنت آثارسے بھی ہمیں آگاہی دی جن میں قدیم ہندی عقائد، توہمات،رسم ورواجاورتہذیبی اثرات ملتے ہیں۔یہ دراوڑی تہذیب ہڑپہ اورموہنجودڑوکے تہذیبی عوامل کی برابری کی دعوے دارتھی اورہمارے تہذیبی سرمایے کی بنیادبھی۔

حوالہ جات

1- ڈاکٹر جمیل جالبی، قومی انگریزی اودو لغت، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، 1992 ء، ص 93
2- ڈاکٹر قاضی عابد، اردو افسانہ اور اساطیر، لاہور،مجلس ترقی ادب،2009ء،ص31
3- اے حمید، دیباچہ، "چمپا کلی" لاہور، القریش پبلی کیشنز اردو بازار،2014ء،ص 6
4- اے حمید، " چمپا کلی" لاہور،القریش پبلی کیشنز اردو بازار،2014ء،ص41
5- ایضاًَ، ص 430
6- ایضاًَ، ص 47
7- ایضاًَ، ص 49
8- ایضاًَ، ص 380
9- ایضاًَ، ص 36
10- ایضاًَ، ص 378
11- اے حمید، دیباچہ، "چمپا کلی" القریش پبلی کیشنز اردو بازار لاہور، 2014ء،ص 5